29

بڑائی وہی ہے جو خدمتِ دین کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے کوئی دنیوی بڑائی ہماری جماعت میں بڑائی نہیں

(فرمودہ 17 ستمبر 1948ء رتن باغ لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"جس طرح انسانی جسم میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد زائد فُضلے جمع ہو جاتے ہیں جو کبھی قبض کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی اسہال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یا مکانوں اور چھتوں پر پانی کے نکاس کے راستے خراب ہو کر پانی جمع ہو جاتا اور چھتوں میں موریاں ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح جماعتوں پر بھی مختلف اوقات میں ایسے حالات وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اور جس طرح ایک زندہ انسان جسم کی کسی ایک کل کے درست ہونے سے اپنے تمام کام آپ ہی آپ نہیں چلا سکتا بلکہ صبح و شام اس کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قوموں کے اخلاق بھی آپ ہی آپ درست نہیں ہو جاتے بلکہ صبح و شام ان کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ فرد جس کی حیثیت قوم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کی زندگی کے لیے تو ضروری سمجھا جاتا ہے کہ صبح و شام نگرانی ہو، روزانہ اِس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ آج صبح کیا پکائیں اور شام کو کیا پکائیں، گرمی ہے تو باہر سوئیں یا سردی ہے

تو اندر سوئیں، ہوا ٹھنڈی چل رہی ہے تو سر ڈھانک کر رکھیں یا خشکی کا دَور دَورہ ہے تو سر کو کھلا رکھیں، دھوپ نکلی ہوئی ہے تو سایہ میں چلیں یا بارش برس رہی ہے تو چھت کے نیچے ٹھہریں یا حبس ہے تو باہر نکل آئیں۔ صبح و شام ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ مَیں سمجھتا ہوں دن بھر میں انسان اپنے جسم کے متعلق پندرہ بیس دفعہ ضرور سوچتا ہے کہ اسے اب کس چیز کی ضرورت ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ پینے کی ضرورت ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ سونے کی ضرورت ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ لیٹنے کی ضرورت ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ ورزش کی ضرورت ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ سیر کی ضرورت ہے، کبھی خیال کرتا ہے کہ نہانے کی ضرورت ہے۔ غرض ایک دو درجن دفعہ ضرور وہ اپنے افعال کے متعلق غور کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ مجھے اپنے جسم کی درستی کے متعلق کیا کرنا چاہیے۔ لیکن قوم کی درستی کے متعلق وہ کبھی نہیں سوچتا بلکہ سمجھتا ہے کہ وہ آپ ہی آپ درست ہو جائے گی۔ اور اگر وہ کوئی غلط قدم اٹھا لیتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ پر الزام لگائے کہ مَیں نے قومی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا وہ سمجھتا ہے کہ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قوم پر مَیں غصے کا اظہار کر دوں اور عملی طور پر اس کی اصلاح کے لیے کچھ نہ کروں۔ لیکن یہ درست نہیں۔ قومی درستی فردی درستی سے زیادہ توجہ چاہتی ہے اور ہر فرد کی توجہ چاہتی ہے۔ اگر ہر فرد اس مسئلہ کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو بعض حصوں میں نقائص پیدا ہو جائیں گے اور پھر وہ اتنے بڑھ جائیں گے کہ ان کا دور کرنا فرد کے اختیار میں نہیں رہے گا بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کا دور کرنا قوم کے اختیار میں بھی نہیں رہے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نظام چلانے کے لیے اسلام نے خلافت کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ لیکن غلطی یہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں یہ خلافت ہی کا ذمہ ہے کہ وہ تمام کام کرے۔ حالانکہ خلافت ہی کا یہ ذمہ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ایک شخص ساری قوم کی اس رنگ میں اصلاح کر سکتا ہے۔ جب تک تمام افراد میں یہ روح نہ ہو کہ وہ قوم کی اصلاح کا خیال رکھیں۔ اور جب تک تمام افراد اس کی درستی کی طرف توجہ نہ کریں اُس وقت تک اصلاح کا کام کبھی بھی کامیاب طور پر نہیں ہو سکتا۔ قومی تعاون ان کاموں کے پورا کرنے کے لیے نہایت ضروری ہوتا ہے۔ جب تک قومی تعاون نہ ہو اُس وقت تک اس فرض کو سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ ایک فرد تو بات ہی کر سکتا ہے۔

پھر بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو فرد کر ہی نہیں سکتا مثلاً مَیں نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ

جماعت کی تنظیم اور اس کے اثر کے نتیجہ میں بعض لوگ جماعت کا غلط استعمال کرنے لگ گئے ہیں اور ہر بات کو لے کر دوڑ پڑتے ہیں کہ اس کے متعلق فلاں کو کہیں کہ وہ ہماری سفارش کر دے، فلاں کو کہیں کہ وہ ہماری سفارش کر دے۔ مَیں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ ایسا مت کرو۔ مگر توجہ دلانے کے سوا مَیں اَور کر ہی کیا سکتا ہوں۔ آخر یہ کوئی عمارت بنوانے کا تو سوال نہیں کہ مَیں جماعت سے دس ہزار روپیہ چندہ لے کر عمارت بنوا دوں۔ یہ تو ایسا معاملہ ہے جو ہر فرد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور فرد کی زبان کو روکنا میرے اختیار میں نہیں نہ اس کے دل کو کسی بات پر آمادہ کرنا میرے اختیار میں ہے۔ اگر کسی شخص کے اپنے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اس قسم کی سفارشیں کرانا ایک ذلیل ترین ذہنیت کا مظاہرہ کرنا ہے تو مَیں اس کے متعلق کیا کر سکتا ہوں۔ مَیں لوگوں کے ذہنوں میں تو گھس نہیں سکتا۔ یہ کام تو اگر کوئی کر سکتا ہے تو خود وہی کر سکتا ہے۔ یا اسی طرح مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ مَیں اُس کی زبان پر بیٹھ جاؤں اور کہوں کہ تُو یہ لفظ نہیں بول سکتا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے توکّل علی اللہ پیدا ہونے کے جماعت کی ذہنیت پَست ہوتی چلی جاتی ہے اور بجائے خدا پر نظر پڑنے کے انسانوں پر نظر پڑنی شروع ہو گئی ہے۔ اور ان کے معاملات اتنی اہمیت پکڑ جاتے ہیں کہ سمجھتے ہیں اس کے لیے اگر جماعت کے بڑے سے بڑے شخص کو بھی سفارش کے لیے جانا پڑے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہماری مجلس شوریٰ پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے اپنے کسی ذاتی معاملہ کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں اس کے لیے خلیفۂ وقت کو خود گورنر کے دروازہ پر جا کر بیٹھ جانا چاہیے حالانکہ خلیفۂ وقت چھوڑ ایک احمدی چوڑھے کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن دنیا کو اتنی اہمیت دے دی گئی ہے اور دین کو اتنا ذلیل سمجھ لیا گیا ہے کہ تمام کاموں کے لیے دنیاوی کوششوں پر ہی انحصار رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکل اور اُس پر سچا ایمان دلوں میں سے اُڑتا چلا جا رہا ہے۔ مَیں نے جماعت کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ اِس مشرکانہ طریق کو ترک کرو اور خالص اللہ تعالیٰ پر اپنی نگاہ رکھو لیکن بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک جماعت کی توجہ اس طرف سے ہٹی نہیں اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہفتوں اور مہینوں میں بیسیوں دفعہ لوگوں کی چِٹھیاں آ جاتی ہیں کہ فلاں کام ایسا ہے جس کے لیے سفارش کی ضرورت ہے، فلاں شخص ایسا ہے جو ہمارا کام کر سکتا ہے اس کے پاس ہماری سفارش کر دی جائے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی محبت دلوں میں سے کم ہوتی چلی جا رہی

ہے اور دنیا کی محبت بہت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جو انسان یہ سمجھتا ہو کہ زید سے مَیں نے سفارش کرالی تو کام بن جائے گا اُس کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ جہاں تک عمل کا سوال ہے اس کے نتیجہ میں تو انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے پر مجبور ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ عمل خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ راستوں میں سے ایک راستہ ہے جس پر مَیں چل رہا ہوں۔ لیکن سفارشیں ایسی چیز ہیں جن کے نتیجہ میں انسان کا دل خدا تعالیٰ سے ہٹ جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص ہی میرا کام کر سکتا ہے۔ اور جب کسی کے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہو جائے تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہی کیوں کرے گا۔ دوسرے جن لوگوں کی طرف سفارش کا خیال ہوتا ہے اُن پر بھی اِس کا برا اثر پڑتا ہے اور وہ بھی اس کے نتیجہ میں کئی قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کتنا ہی ذلیل سے ذلیل انسان ہو وہ روز روز کی گداگری برداشت نہیں کر سکتا۔

سفارشیں آخر کیا چیز ہیں؟ سفارش تو دوسرے سے بھیک مانگنا ہے اور کون انسان ایسا ہے جو اس گداگری کو روزانہ برداشت کرتا چلا جائے؟ اگر دنیاوی طور پر ایک شخص اعزاز رکھتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے کام کے لیے اگر وہ سفارش کر دے تو تم کامیاب ہو سکتے ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ تم اُسے رات اور دن گداگری پر مجبور کرتے ہو۔ تم خیال کرتے ہو کہ صرف مَیں نے ہی سفارش کے لیے کہا ہے۔ اگر میرا کام کر دیا گیا تو کونسی بڑی بات ہے۔ حالانکہ جس طرح تم حاجت مند ہوتے ہو۔ اِسی طرح اَور ہزاروں لوگ حاجت مند ہوتے ہیں۔ اِس وقت ہماری جماعت لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہزاروں آدمیوں کے دلوں میں وہی خواہش پیدا ہو رہی ہوتی ہے جو کسی ایک آدمی کے دل میں اپنے کام کے متعلق پیدا ہوتی ہے۔ مگر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہیں ہمیشہ اپنا ہی خیال رہتا ہے۔ دوسروں کا خیال اُن کے ذہن میں کبھی آتا ہی نہیں۔ مثلاً "الف" اگر بااثر آدمی ہے تو "باء" کہتا ہے کہ وہ میری سفارش کر دے۔ مگر "باء" کو کبھی خیال نہیں آتا کہ "ج" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "د" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "ہ" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "و" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "ز" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "حا" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "ن" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے، "یاء" کو بھی سفارش کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اس کی سفارش کرتا ہے تو باقیوں کی کیوں سفارش نہ کرے۔ اور اگر وہ سب کی سفارش کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے تو جو شخص

رات اور دن دوسروں کے دروازوں پر پھرتا رہے گا اُس کی اُن کے دلوں میں کیا عزت باقی رہ جائے گی۔ جب وہ دیکھیں گے کہ اِس کا کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کے لیے مختلف افسروں کے دروازوں پر پھرتا رہے تو وہ سمجھیں گے کہ یہ بیہودہ آدمی ہے اور ان کی نگاہ میں وہ ذلیل ہو جائے گا۔ گویا دو ہی کام ہیں جو وہ کر سکتا ہے اور دونوں کا نتیجہ اچھا نہیں۔ یا تو سفارش کرے گا نہیں، اگر وہ سفارش نہیں کرے گا اور اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ مَیں جماعت کے افراد کا کیوں کام کروں؟ تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعتی محبت کے احساس سے اُس کا دل خالی ہو جائے گا۔ اور اگر وہ سفارش کرے گا تب بھی اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ جماعت کی وجہ سے مَیں ذلیل ہو رہا ہوں۔ اِس صورت میں بھی اس کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ یہ دونوں صورتیں ایسی ہیں جو خطرناک ہیں اور سفارش کرنے والے کو بھی بے ایمان بنانے والی ہیں۔ ایک طرف سفارش کرانے والا خدا تعالیٰ پر توکل کو ترک کرتا ہے اور اُس کی محبت اُس کے دل سے اُڑ جاتی ہے۔ دوسری طرف جس کے پاس سفارش لے جاتا ہے وہ بھی اِس کے نتیجہ میں بدعمل ہو جاتا ہے۔ گویا دونوں ہی بے دین بن جاتے ہیں۔ پھر تیسرا خطرناک نتیجہ اِس کا یہ نکلتا ہے کہ وہ سفارش کرے یا نہ کرے۔ اُس کے دل میں کِبر پیدا ہونے لگتا ہے۔ جس آدمی کے پاس تم سفارش کے لیے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ میرا کام تم کرو، تمہارے بغیر اَور کوئی شخص میرا یہ کام نہیں کر سکتا۔ اِس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم ہی خدا کے قائم مقام ہو۔ اور یہ چیز ایسی ہے جو اُس کے دل میں کِبر پیدا کر کے اُس کے ایمان کو ضائع کر دیتی ہے۔ وہ دل میں پھُولتا چلا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب مَیں اتنا بڑا ہو گیا ہوں کہ میرے بغیر لوگوں کا کام ہی نہیں چل سکتا اور آہستہ آہستہ وہ اپنا مقام ایسا سمجھنے لگتا ہے جو شاید نبی کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ غرض یہ ایک نہایت ہی گندی چیز ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وجہ سے جماعت کے لوگوں کی خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ رہی ہے اور جماعت میں جو بڑے آدمی ہوتے ہیں اُن کی بھی دین کی طرف رغبت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں میں اپنی حیثیت کے مطابق حصہ نہیں لیتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک بڑے مدبّر ہو کر یا ایک بڑے افسر ہو کر یا ایک بڑے جرنیل ہو کر یا گورنمنٹ کے ایک سیکرٹری ہو کر ہر قسم کی جماعتی پابندیوں سے آزاد ہو گئے ہیں اور اب ہم کو دین کے لیے کسی قسم کی قربانی کی ضرورت نہیں۔ سَو میں سے نوے بڑے آدمی ایسے ہیں جو چندہ ادا نہیں کرتے اور دس فیصدی جو چندہ دیتے ہیں وہ بھی پورا چندہ نہیں دیتے۔ اس کے مقابلہ

میں غریب آدمی بھوکا مرے گا مگر چندہ باقاعدہ دے گا۔ یہ فرق آخر کیوں ہے؟ اور کیوں غریب اور کمزور چندوں میں باقاعدہ ہوتا ہے اور امیر آدمی چندوں میں سست بلکہ بعض دفعہ چندوں کا تارک ہوتا ہے؟ یہ فرق اسی لیے ہے کہ تم نے اس بڑے کہلانے والے کو خدا بنالیا ہے۔ تم نے اس کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے حالانکہ جماعت میں اس کی ایسی ہی حیثیت ہے جیسے ایک احمدی چوڑھے اور چمار کی ہوتی ہے مگر تم نے سفارشوں کے ذریعہ سے اُس کے دماغ کو پراگندہ کر کے بے ایمان کر دیا جس کی وجہ سے جماعتی ترقی رُک گئی ہے اور اب جماعت اس سے اوپر ترقی نہیں کر رہی۔

انبیاء کی جماعتیں جہاں روحانیت میں ترقی کرتی ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیوی لحاظ سے بھی اُن کو زیادہ سے زیادہ عروج حاصل ہوتا چلا جاتا ہے مگر جب اوپر کی چھت ہی ناکارہ ہو تو نیچے والا اوپر نہیں اٹھ سکتا کیونکہ ناکارہ چھت اس کے راستہ میں روک بن جاتی ہے۔ ایک وقت تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کوئی تحصیلدار بھی احمدی ہو جاتا تو سمجھا جاتا کہ بڑا کمال ہو گیا ہے۔ پھر جماعت نے روحانیت میں ترقی کی اور اوپر کے عہدے دار ہماری جماعت میں شامل ہونے شروع ہوئے۔ پھر ایسا زمانہ آیا کہ تحصیلداروں کے شامل ہونے کی کوئی اہمیت ہی نہ رہی۔ پھر جماعت کے لوگ روحانیت میں اَور اوپر نکلے اور پھر اَور اوپر نکلے پھر اَور اوپر نکلے۔ اگر ایمان اسی طرح قائم رہتا اور روحانیت میں جماعت ترقی کرتی چلی جاتی تو بادشاہوں تک بھی یہ سلسلہ چلا جاتا۔ اگر بادشاہ بھی اس سلسلہ میں داخل ہوتے تو وہ سمجھتے کہ جماعت کے مقابلہ میں ہم ایک حقیر فرد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر جب جماعت نے بادشاہوں سے بہت نچلے درجہ والوں کو ہی خدا بنا لیا تو خدا نے کہا تمہاری ترقی کا اتنا ہی میدان تھا۔ اس سے آگے اب تم ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ جب تم نے ان کو ہی خدا بنالیا ہے تو جب اس سے بھی اوپر کے لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے تو پھر تم ان کو کیا بناؤ گے؟

پس یہ ایک غلط طریق ہے جو اختیار کیا گیا ہے اور جماعت کی آئندہ ترقیات کے راستہ میں ایسے لوگوں نے سخت روکیں پیدا کر دی ہیں۔ مَیں ایسے لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ مَیں نہیں جانتا کہ باقی لوگ اُن کو خدا بناتے ہیں یا خدا کے قریب قریب سمجھتے ہیں مگر مَیں تو ان کو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ احمدی سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو خدا تعالیٰ کی توفیق اور اسی کی مدد سے میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت میں سے اُسی طرح نکال دوں گا جس طرح دودھ کے

پیالہ میں سے مکھی نکال کر پھینک دی جاتی ہے۔ ہر احمدی خواہ وہ کتنے بڑے عہدہ پر فائز ہو جماعت کا ایک فرد ہے اور اس کو جماعتی تنظیم کے ایک پرزہ کے طور پر کام کرنا پڑے گا۔ اگر وہ اس طرح کام کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہمیں اس کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اگر جماعت کے منافق اسے خدا بناتے ہیں تو صرف منافق ہی اسے خدا بناتے ہیں مومن اسے خدا نہیں سمجھتے۔ اور عزت وہی ہوتی ہے جو خدا اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندوں کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔

بہرحال مَیں ایسے منافقوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ تم اپنی اصلاح کرو۔ تم نے خدا کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ تم نے انسانوں کو خدا بنا لیا ہے۔ مثلاً تمہاری زبانوں سے بار بار یہ نکلتا ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان ہی فلاں کام کر سکتے ہیں حالانکہ سلسلہ کے کام خدا تعالیٰ کرتا ہے۔ چودھری ظفر اللہ خان یا اَور کسی نے کیا کرنے ہیں۔ اور اگر وہ تمہارا ذاتی کام ہے تو سلسلہ کے پاس کیوں آتے ہو؟ تم اپنی نفسانی خواہشات کو اپنے پاس رکھو۔ تم سلسلہ کو کیوں تقوٰی کے درجہ سے گرانے کی کوشش کرتے ہو۔ سلسلہ کے افراد کی بڑائی ان کے تقوٰی اور ان کے اخلاص سے ہے۔ جو سلسلہ کا اپنے آپ کو ادنیٰ خادم سمجھتا ہو وہ بڑا ہے۔ جو نہیں وہ ہماری نگاہوں میں چھوٹا ہے۔ مگر تم اپنی امیدوں کا آماجگاہ بنا کر اسے ابتلا میں ڈالنا چاہتے ہو اور اس کے دل کو تکبر سے بھرنا چاہتے ہو اور اس کو بے ایمان بنانا چاہتے ہو۔

خوب سمجھ لو! کہ سلسلہ کو اِن لوگوں کی تو کیا بڑے بڑے بادشاہوں کی بھی پروا نہیں ہو سکتی۔ آخر یہ لوگ جن کو تم بڑا سمجھتے ہو کیا ان سے بڑے بڑے بادشاہ دنیا میں موجود نہیں؟ پھر ہم نے ان کی کیوں پروا نہیں کی اور کیوں ہم نے ان سے بعض مواقع پر اختلاف کیا؟ اسی لیے کہ ہم سمجھتے تھے کہ سچائی کو کسی صورت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں تو بے شک سمجھیں ہمیں سچائی اور صداقت کے مقابلہ میں ان کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔ جب ہماری یہ حالت ہے تو یہ کتنی متضاد بات ہے کہ ایک طرف تو ہم بادشاہوں سے لڑنے کے تیار ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر وہ سچائی پر قائم نہیں تو ہمیں ان کی کوئی پروا نہیں۔ دوسری طرف نہایت چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہماری جماعت کے بعض افراد مشرکانہ افعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان آدمیوں کی طرف ان کی نظر اٹھنی شروع ہو جاتی ہے جو دنیوی بادشاہوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ انہی لوگوں کے ساتھ سلسلہ کی ترقی ہے۔ نہ ان لوگوں کیساتھ سلسلہ کی ترقی ہے اور نہ سلسلہ کو ان کی کوئی پروا ہے۔

اگر دنیوی طور پر بڑا کہلانے والے آدمی سلسلہ کے خادم ہیں اور جماعت کی ادنیٰ ادنیٰ ضرورتوں میں حصہ لیتے ہیں اور وہ خلافت کی غلامی اوراس کی اطاعت میں فخر محسوس کرتے ہیں تو وہ اَور بھی بڑے ہوجائیں گے۔ اوراگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اس جماعت نے تو بہرحال بڑھنا اور ترقی کرنا ہے لیکن وہ لوگ گریں گے اوران کے گرنے میں تم میں سے بہت سے منافقوں کا حصہ ہوگا جنہوں نے ان کے دماغ خراب کردیئے ہوں گے۔ بہرحال اب وقت آ گیا ہے کہ اس نقص کی اصلاح کی جائے۔

مَیں اِس وقت منافقوں کو مخاطب نہیں کرتا۔ منافق تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی آخر تک قائم رہے ہیں۔ مَیں مومنوں کو کہتا ہوں کہ بڑائی وہی ہے جو جماعت کی خدمت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ کوئی دنیوی بڑائی ہماری جماعت میں بڑائی نہیں، کوئی دنیوی ترقی ہماری جماعت میں ترقی نہیں۔ ہماری جماعت میں بڑائی اور ترقی صرف خدمت دین کے ساتھ وابستہ سمجھی جانی چاہیے اور خدمت دین کا ہی رنگ اپنے ہر کام کو دینا چاہیے۔ خدمت دین کے لحاظ سے ایک مالدار آدمی بھی بڑا آدمی ہوسکتا ہے لیکن جب وہ خدمت دین کی وجہ سے بڑا بنتا ہے تو اس کی وجاہت اوراس کی عزت اوراس کے مال و دولت سے ناجائز فائدہ اٹھانا درست نہیں ہوسکتا۔ یہ تو نہیں کہ اگر ظفر اللہ خان حکومتِ پاکستان کے منسٹر ہیں یا پچھلی گورنمنٹ میں جج رہ چکے ہیں تو ان دنیوی عہدوں کی وجہ سے خداتعالیٰ کے قُرب کا حصول ان کے لیے ممنوع ہوگیا ہے یا ان کے علاوہ اگر کوئی اَور بڑا افسر ہماری جماعت میں شامل ہے تو کیا خداتعالیٰ نے اپنے قرب کے دروازے اس کے لیے بند کردیئے ہیں؟ اگراس کے دروازے ہر شخص کے لیے کھلے ہیں تو الٰہی دروازوں میں سے مالدار اور دنیوی لحاظ سے معزز آدمی گزر کر بھی بڑے سے بڑے ولی اور بزرگ ہوسکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم روحانی نقطہ نگاہ سے ان کو بڑا نہ سمجھیں اوران کی دنیوی وجاہت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم خود بھی بے ایمان بنتے ہیں اوراُن کے ایمان کو بھی کمزور کرتے ہیں۔ ہم اگر ان کو بڑائی دیتے ہیں تو محض دینی لحاظ سے۔ چنانچہ جماعت میں جو بڑے آدمی ہیں ہم اُن کو صرف اُسی قدر بڑا سمجھتے ہیں جس قدر وہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اس لیے بڑا نہیں سمجھتے کہ دنیوی طور پر جماعت ان سے فائدہ اٹھا سکتی ہے بلکہ اس لیے بڑا سمجھتے ہیں کہ دینی طور پر خدا نے ان کو ایک درجہ دے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اپنے وقت میں ہر ایک سے دین کا کام لے لیتا ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ اوراس میں

کسی کے لیے جائے اعتراض نہیں ہوسکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے غرباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! امراء ہر قسم کی خدمتِ دین میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مالدار بنادیا ہے۔ ہمیں بھی کوئی ایسا طریق بتائیے جس سے ہم ترقی کرسکیں اور اپنے امیر بھائیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی سے حصہ لے سکیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ تسبیح و تحمید اور چونتیس دفعہ تکبیر کہہ لیا کرو۔ اگر تم ایسا کروگے تو اپنے امیر بھائیوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جاؤ گے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہمارے امیر بھائیوں کو منع کیجیے کیونکہ انہیں بھی پتہ لگ گیا ہے اور وہ بھی ایسا کرنے لگے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازہ کو بند کرنے والا کون ہوں۔ اگر وہ بھی تسبیح و تحمید اور تکبیر کرنے لگے ہیں اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے دولت کے اعتبار سے اُن کو ایک زائد فضیلت بھی عطا فرما دی ہے اور وہ خدمتِ دین میں دوسروں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں تو یہ خدا تعالیٰ کا اُن پر فضل ہے۔ اِس کو کون شخص روک سکتا ہے۔1 پس اگر وہ احمدی جس کو خدا تعالیٰ نے دولت اور عزت اور رتبہ عطا فرمایا ہے اپنی دولت اور عزت اور رتبہ کے ساتھ نمازوں کی بھی پابندی کرتا ہے، تبلیغ میں بھی حصہ لیتا ہے، چندوں میں بھی باقاعدگی اختیار کرتا ہے تو وہ یقیناً باقی جماعت کا سردار ہے۔ مگر اس لیے نہیں کہ وہ وزیر ہے، اس لیے نہیں کہ وہ ڈپٹی کمشنر ہے، اس لیے نہیں کہ وہ نواب ہے، اس لیے نہیں کہ وہ جرنیل ہے، اس لیے نہیں کہ وہ کسی اَور اعلیٰ عہدے پر متمکن ہے بلکہ اس لیے کہ وہ دین میں بھی بڑھ گیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! اسلام میں اچھے لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہی اچھے ہیں جو عرب قوم میں اچھے ہوا کرتے تھے بشرطیکہ وہ دین میں بھی حصہ لیں۔2 اس کے معنے یہ ہیں کہ دنیا بھی اچھی چیز ہے مگر الٰہی سلسلوں میں دنیوی وجہ سے کوئی شخص بڑا نہیں سمجھا جاتا بلکہ دینی خدمات کی وجہ سے بڑا سمجھا جاتا ہے۔ یہ چیز جب تک جماعت اپنے اندر پیدا نہیں کرے گی اُس وقت تک موجودہ معیار سے اس کا قدم اونچا نہیں اٹھ سکتا۔ تم لاکھ شور مچاؤ،

ہزار تدبیریں کرو اوپر کی ترقیات تم کو نہیں مل سکتیں کیونکہ نچلی ترقیات تک پہنچنے والوں کو ہی تم نے خدا بنا لیا ہے۔ جب تک ان ترقیات کو تم اپنی نظروں سے گرا نہیں لو گے، جب تک تم اس یقین پر قائم نہیں ہو گے کہ تمہاری کامیابی کے راستے صرف خدا نے کھولنے ہیں کسی انسان نے نہیں۔ اور جب تک تم ان بڑے لوگوں کو خدائی کے درجہ سے نیچے نہیں گراؤ گے اُس وقت تک تم کبھی اوپر نہیں جا سکو گے کیونکہ تم نے خود اپنے لیے ترقی کا ایک آخری معیار مقرر کر لیا ہے۔ دنیا میں ہر شخص اپنے لیے ایک درجہ مقرر کیا کرتا ہے اور جتنا درجہ وہ اپنے لیے مقرر کر لیتا ہے اُس درجہ پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اُسے چھوڑ دیتا ہے۔ اِسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ [3] تم نیکیوں میں بڑھو اور نیکیوں کے درجوں کو اَور بھی بلند کرتے چلے جاؤ۔ دنیا کے شہنشاہ بھی اگر احمدیت میں داخل ہوتے ہیں تو تم یہ سمجھو کہ ان بادشاہوں کو اُتنی ہی عزت حاصل ہے جتنی وہ دین میں ترقی کرتے ہیں۔ اگر وہ ادنیٰ درجہ کی ترقی کرتے ہیں تو وہ ادنیٰ درجہ کے آدمی ہیں، اگر وہ درمیانی درجہ تک پہنچتے ہیں تو وہ درمیانی درجہ کے آدمی ہیں اور اگر وہ اعلیٰ درجہ کی قربانیاں کرتے ہیں تو وہ اعلیٰ درجہ کے مومن ہیں۔ جب تک تم اس نقطہ نگاہ سے دنیا کے بڑے آدمیوں کو دیکھتے رہو گے دنیا کی کوئی ترقی تمہارا آخری مقصد اور منتہیٰ نہیں ہو گی اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بڑائی اور ترقی اور عزت کے دروازے کھولتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر کسی موقع پر تم دنیا داری کی وجہ سے لوگوں کو فضیلت دو گے یا تمہاری نظریں اُن کی طرف اٹھنی شروع ہو جائیں گی اور تم یہ سمجھو گے کہ ان کے ذریعہ سے ہی ہمیں اپنا قدم اونچا اٹھانے کی توفیق ملی ہے تب وہی خدا تعالیٰ کی نظروں میں تمہارا آخری مقصد ہو گا اور تم اس سے اوپر ترقی نہیں کر سکو گے۔

پس اپنی غلطیوں کی وجہ سے سلسلہ کی ترقی میں روک مت بنو۔ سلسلہ کی ترقی ان افراد کی وجہ سے نہیں جن کو تم بڑا سمجھتے ہو۔ الٰہی سلسلہ کو ترقیات اور خدائی تائیدات کسی فرد کی وجہ سے نہیں بلکہ قوم کی وجہ سے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اور تمہارے لیے جو ترقی کے راستے اللہ تعالیٰ نے کھول رکھے ہیں اُن پر چلنے اور ان اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کا مادہ اس نے خود تمہارے اندر پیدا کیا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے کہ "حق اولاد در اولاد" [4] یعنی اے مسیح موعود! ہم نے تمہاری اولاد کا حق خود اولاد کے اندر رکھ دیا ہے۔ اگر وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے

تو ترقی کر جائیں گے۔ اور اگر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے بلکہ سمجھیں گے کہ ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم مسیح موعودؑ کی اولاد میں شامل ہیں اور خدمتِ دین کے بجالانے میں کوتاہی کریں گے تو انہیں انعام نہیں بلکہ عذاب ملے گا اور وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے مورد ہوں گے۔

اسی طرح جماعت کا حق خدا نے جماعت کو دے دیا ہے اور اس کی ترقی کی تمام قابلیتیں اس نے خود جماعت کے اندر پیدا کر دی ہیں۔ پس بجائے دوسروں پر سہارا لینے کے تم اپنے اِس وقت کو استعمال کرو اور تمام اعزاز اور تمام بڑائی اور تمام ترقی محض دین کے ساتھ وابستہ سمجھو۔ دنیا تمہاری نگاہ میں اتنی گری ہوئی ہونی چاہیے کہ اگر کسی شخص میں دین نہ ہو اور صرف دنیوی لحاظ سے وہ بڑا سمجھا جاتا ہو تو اُس کی تمہاری نگاہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں ہونی چاہیے جتنی ایک مرے ہوئے چُوہے کی ہوتی ہے۔

پس مت سمجھو کہ سلسلہ کی ترقی یا تمہاری ترقی دوسروں کی امداد اور سفارشوں پر منحصر ہے۔ تمہاری ترقی محض خدا تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر تم اپنے اندر یہ تغیر پیدا کر لو تو امراء بھی محسوس کریں گے کہ صرف امارت کی وجہ سے ان کا اس جماعت میں کوئی ٹھکانا نہیں۔ اس کے بعد دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور پیدا ہوگی۔ یا تو وہ اس سلسلہ کو چھوڑ دیں گے اور اگر وہ اس سلسلہ کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے تو اس میں بھی ہمارے لیے خوشی ہے۔ ہم کہیں گے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! اِن وجودوں سے اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو نجات دی۔ اور یا پھر وہ اپنی امارت کو بھول کر دین کی سچی غلامی اختیار کر لیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اس درگاہ میں بندگی کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اس صورت میں بھی ہمارے لیے خوشی ہے کیونکہ اس کے بعد وہ سچے مومن بن جائیں گے اور جماعت کا ایک مفید جزو اور ہمارے بھائی اور معاون ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تم ان کو خدا بناتے چلے گئے تو تم اپنے ایمان کو بھی ضائع کرو گے اور ان کے ایمان کو بھی ضائع کرو گے۔ وہ بھی تباہ ہوں گے اور تم بھی تباہ ہو گے۔ نہ ان سے دین کو کوئی فائدہ ہوگا اور نہ تم سے دین کو کوئی فائدہ ہوگا۔ خدا نے اپنے دین اور سلسلہ کو تو بہرحال ترقی دینی ہے اور اس کے فضل سے یہ جماعت بڑھے گی اور ترقی کرے گی مگر پھر تم لوگ وہ نہیں ہوگے جن کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا دروازہ کھلنے والا ہے

بلکہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا دروازہ کھولنے والے کوئی اَور لوگ ہوں گے "۔
(الفضل 26 نومبر 1948ء)

1: مسلم کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃِ

2: بخاری کتاب المناقب باب المناقب

3: البقرۃ:149

4: تذکرہ صفحہ 794۔ایڈیشن چہارم